وسیلہ کی تین قسمیں ہیں ، غلام مصطفٰی ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

ان میں سے دو مشروع و جائز ہیں اور تیسری غیر مشروع و ناجائز ہے ، وسیلہ کی ایک مشروع اور جائز قسم یہ ہے کہ انسا ن اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرے ، جیسا کہ تین آدمیوں کا غار کے پتھر والا واقعہ مشہور ہے ، جنہوں نے اپنے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کیا تھا ، ان کی پریشانی رفع ہوگئی تھی ۔

(صحیح بخاری : ۲/۸۸۳ ، ح : ۵۹۷٤، صحیح مسلم : ۲/۳۵۳ ، ح : ۲۷٤۳)

وسیلہ کی دوسری مشروع صورت یہ ہے کہ کسی صالح اور موحد انسان سے دعا کرائی جائے ، جیسا کہ سورۂ نساء (٦٤)میں اس کا ثبوت مذکور ہے ، ایک نابینا شخص نے نبی کریم eسے دعا کروائی تھی ۔(سنن ترمذی : ۳۵۷۸ ، وسندہ، حسن)اور سیدنا عمر بن خطاب tنے نبی کریم eکے چچا عباس بن عبدالمطلب سے دعا کروائی تھی۔(صحیح بخاری : ۱/۱۳۷ ، ح : ۱۰۱۰)

وسیلہ کی غیر مشروع اور ناجائز صورت یہ ہے کہ حاضر یا غائب ، زندہ یا فوت شدہ کی ذات کا وسیلہ پیش کیا جائے یا صاحب ِ قبر کو یہ کہا جائے کہ آپ میرے حق میں دعا اور سفارش کریں ۔ صحابہ کرام yمیں سے کسی نے نبی اکرم eکی حیات ِ طیبہ میں یا آپ کی وفات کے بعد آپ کی ذات کا وسیلہ پیش نہیں کیا ، سلف صالحین اور ائمۂ محدثین سے بھی یہ قطعاًثابت نہیں ہے ۔

پہلی وجہ : وسیلہ کی اس صورت کے غیر مشروع اور ناجائز و ممنوع ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ بدعت ہے ، قرآن وحدیث میں اس کا ثبوت نہیں ، صحابہ کرام اور سلف صالحین کا اس پر عمل نہیں ، نبی اکر م e کا فرمانِ گرامی ہے : من عمل عملا ، لیس علیہ أمرنا ، فھو ردّ ۔

''جو آدمی کو ئی ایسا کام کرے جس پر ہمارا امر نہ ہو ، وہ مردود ہے ۔''(صحیح مسلم : ۲/۷۷ ، ۱۷۱۸/۱۸)

قال الامام اسحاق بن راھویہ ، أخبرنا یونس ، نا ابن جریج عن عطاء ، قال : سمعت ابن عبّاس یقول : عجبا لترک النّاس ھذا الاھلال ولتکبیرھم ما بی ، الّا أن یکون التّکبیر حسنا ، ولکنّ الشّیطان یأتی الانسان من قبل الاثم ، فاذا عصم منہ جاء ہ من نحو البرّ لیدع سنّۃ ، ولیبتدع بدعۃ ۔ ''سیدنا ابنِ عباس wنے فرمایا ، لوگوں کے اس تلبیہ اور تکبیر کے چھوڑ دینے پر تعجب ہے ، میرے نزدیک تکبیر اچھی چیز ہے ، لیکن شیطان انسان کے پاس گناہ کے دروازے سے آتا ہے ، جب وہ اس سے بچ جائے تو وہ اس کے پاس نیکی کے دروازے سے آتا ہے ، تاکہ وہ سنت کو چھوڑ کر بدعت کو اپنا لے ۔''

(مسند اسحاق بن راہویہ : ٤۸۲، وسندہ، صحیح)

امام ابنِ جریج aکہتے ہیں : عطاء ، فأنا سمعتہ منہ ، وان لم أقل سمعت ۔

''میں نے امام عطاء بن ابی رباح سے سنا ہوتا ہے ، اگرچہ میں سننے کی صراحت نہ بھی کروں ۔''

(تاریخ ابن ابی خیثمہ : ۲/۲٤۱، ۲٤۷، وسندہ، صحیح)

لہٰذا ثابت ہوا کہ امام ابنِ جریج کی امام عطاء بن ابی رباح سے ''عن'' والی روایت بھی سماع پر محمول ہو گی ۔

دوسری وجہ : اس وسیلہ کے غیر مشروع اور ناجائز ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ دین میں غلوّ ہے ، نبی کریم eکا فرمانِ گرامی ہے : وایّاکم والغلوّ فی الدّین ، فانّما أھلک من کان قبلکم الغلوّ فی الدّین ۔ ''تم دین میں غلو سے بچو ، تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو نے ہی ہلاک کر دیا تھا ۔''(مسند الامام احمد : ۱/۲۱۵ ، سنن نسائی : ۳۰۵۹ ، سنن ابن ماجہ : ۳۰۲۹ ، مسند ابی یعلیٰ : ۲٤۲۷ ، المستدرک للحاکم : ۱/٤٦٦ ، وسندہ، صحیح)

اس حدیث کوامام ابن الجارود(٤۷۳) ، امام ابنِ خزیمہ (۲۸٦۷)، امام ابنِ حبان (۳۸۷۱)نے ''صحیح'' اور امام حاکم aنے اس کو امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے ، حافظ ذہبی aنے ان کی موافقت کی ہے ۔

ہر بدعت کا منشاء دین میں غلو ہے ، دین میں غلو ہلاکت و بربادی کا موجب ہے ۔

تیسری وجہ : سلف صالحین راہِ اعتدال پر تھے ، سنت کے متبع تھے ، وسیلِ کی اس

قسم کا ان کی زندگیوں میں ثبوت نہیں ملتا ، سلف صالحین کی پیروی اہل سنت والجماعت کا شعار ہے ، ان کی مخالفت اہل بدعت کا شیوہ ہے ، شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ aلکھتے ہیں :

ثمّ سلف الأمّة وأئمّتها وعلمائهم الی هذا التّاریخ ، سلکوا سبیل الصّحابة فی التّوسّل فی الاستسقاء بالأحیاء الصّالحین الحاضرین ، ولم یذکر أحد منهم فی ذلک التّوسّل بالأموات ، لا من الرّسل ، ولا من الأنبیاء ، ولا من الصّالحین ۔ ''پھر امت کے اسلاف وائمہ اور علمائے کرام آج کے دن تک بارش طلب کرنے کے حوالے سے نیک زندہ لوگوں کا وسیلہ لینے میںصحابۂ کرام yکے طریقے پر چلے ہیں ، ان میں سے کسی ایک سے بھی یہ منقول نہیں کہ انہوں نے مردوں کا وسیلہ پیش کیا ہو ، نہ رسولوں کا ، نہ انبیاء کا اور نہ عام نیک لوگوں کا ۔''(الرد علی البکری لابن تیمیۃ : ص ۱۲٦۔۱۲۷)

شارح ترمذی امام محمد عبدالرحمن مبارکپوری aلکھتے ہیں : قلت : الحقّ عندی أنّ التّوسَّل بالنّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فی حیاتہ بمعنی التّوسّل بدعائہ وشفاعتہ جائز ، وکذا التّوسّل بغیرہ من أهل الخیر والصّلاح فی حیاتهم بمعنی التّوسّل بدعائهم وشفاعتهم أیضا جائز ، وأمّا التّوسّل بہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد مماتہ ، وکذا التّوسّل بغیرہ من أهل الخیر والصّلاح بعد مماتهم ، فلا یجوز واختارہ الامام ابن تیمیۃ ۔۔۔

'' میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ نبی کریم eکی زندگی میں آپ کے وسیلہ سے مراد آپ کی دعا اور سفارش والا وسیلہ ہے جو کہ جائز ہے ، اسی طرح نیک لوگوں سے ان کی زندگی میں ان کی دعا اور سفارش والا وسیلہ پکڑنا بھی جائز ہے ، رہا آپ eکی وفات کے بعد آپ کی ذات کا وسیلہ پکڑنا ،اسی طرح نیک لوگوں کا ان کی وفات کے بعد وسیلہ پکڑنا تو یہ ناجائز ہے ، اسی بات کو امام ابنِ تیمیہ aنے اختیار کیا ہے ۔''

(تحفۃ الاحوذی : ٤/۲۸۳)

وسیلہ کی اس ممنوع و ناجائز صورت پردیئے جانے والے دلائل کا علمی اور تحقیقی جائزہ پیشِ خدمت ہے :

قرآنی دلیل نمبر 1: (وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْکَ فَاسْتَغْفَرُ وْا اللّٰ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰ تَوَّابًا رَّحِیْمًا)(النساء : ٦٤)

''اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کے پاس آئیں ، پھر اللہ سے معافی مانگیں اور ان کے لیے اللہ کا رسول بھی معافی مانگے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحیم پائیں گے ۔''

تبصرہ : اس آیتِ مبارکہ میں تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ گناہ گا ر لوگ نبی کریم eکے پاس آکر خود اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور رسول اللہ eبھی ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی کا سوال کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا ، دعا تو مشروع وسیلہ ہے ، اس آیتِ کریمہ میں فوت شدگان کا وسیلہ پکڑنے کے متعلق کوئی ثبوت نہیں ، یہ ہماری دلیل ہے جو وسیلہ کی مشروع صورت پر مبنی ہے ، نہ کہ اہل بدعت کی جو وسیلہ ''بالذوات وبالاموات'' کے قائل ہیں ۔

اس آیت کے ضمن میں حافظ ابنِ کثیر ''العتبی'' نامی آدمی کا ایک بے سند و بے ثبوت واقعہ بھی لائے ہیں۔

تنبیہ : ''ابو حرب ہلالی کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے فریضہ ئ حج ادا کیا ، پھر وہ مسجد نبوی کے دروازے پر آیا ، وہاں اپنی اونٹنی بٹھاکراسے باندھنے کے بعد وہ مسجد میں داخل ہوگیا ، یہاں تک کہ آپ eکی قبر مبارک کے پاس آیا اور آپ کے پاؤں مبارک کی جانب کھڑا ہوگیا اور کہا ، السّلام علیک یا رسول اللّٰہ ! ، پھر ابو بکر و عمرwکو سلام کیا ، پھر آپ eکی قبر مبارک کی طرف بڑھا اور کہا ، اے اللہ کے رسول !میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ، میں گناہ گار ہوں ، اس لیے آیا ہوں تاکہ اللہ کے ہاں آپ کو وسیلہ بنا سکوں ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ مجید میں فرمایا ہے : (وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْ ا اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْکَ فَاسْتَغْفَرُ وْا اللّٰ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰ تَوَّابًا رَّحِیْمًا)(النساء : ٦٤)

(شعب الایمان للبیہقی : ۳/٤۹۵ ، ح : ٤۱۷۸ ، وفی نسخۃ : ۳۸۸۰)

تبصرہ : یہ موضوع (من گھڑت) روایت ہے ، کیونکہ : 1اس کی سند میں یزید بن ابان الرقاشی راوی ہے جوکہ جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے ، حافظ ہیثمی aلکھتے ہیں :

ضعّفہ الجمہور ۔

''اس کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے ۔''(مجمع الزوائد : ۱۰/۱۰۵)

حافظ ابنِ حجر aنے اس کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے ۔(تقریب التهذیب : ۷٦٨٣)
2محمد بن روح بن یزید المصری راوی کے حالات نہیں مل سکے ۔
3ابو حرب ہلال کا ترجمہ و توثیق بھی مطلوب ہے ۔
4عمرو بن محمد بن عمرو بن الحسین کے حالات و توثیق درکار ہے ۔
معلوم ہوا کہ یہ ''ضعیف'' اور ''مجہول'' راویوں کی کارستانی ہے ، جس سے دلیل لینا اہل حق کا وطیرہ نہیں۔
قرآنی دلیل نمبر 2: (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ)(المائدۃ : ۳۵)
''اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو سکو ۔''
تبصرہ : بالاتفاق اس وسیلے سے مراد نیک اعمال ہیں ، جیسا کہ حافظ ابنِ کثیر aلکھتے ہیں :
وهذا الّذی قاله هؤلاء الأئمۃ لا خلاف بین المفسّرین ۔
''ان ائمہ کرام نے جو فرمایا ہے ، اس میں مفسرین کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے''(تفسیر ابن کثیر: ۲/۵۳۵)
نیک اعمال کا وسیلہ پکڑنا مشروع اور جائز ہے ، یہ اہل سنت والجماعت کی زبردست دلیل ہے ، اہل بدعت کا اس سے فوت شدگان کے وسیلہ پر دلیل پکڑنا قرآنِ مجید کی معنوی تحریف اور تاویلِ باطل ہے ۔
حدیثی دلائل
1 سیدنا عثمان بن حنیف tسے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نبی اکرم eکے پاس آیا اور عرض کی ، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے شفادے ، آپ eنے فرمایا ، اگر آپ چاہیں تو دعا کر دیتا ہوں اور اگر چاہیں تو صبر کرلیں ، وہ آپ کے لیے بہتر ہے ، اس نے کہا ، آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کر دیں، اس نے کہا کہ نبی کریم eنے اسے اچھی طرح سنوار کر وضو کرنے اور پھر دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا کرنے کا حکم دیا : اللّهم انّی أسئلک وأتوجّه الیک بنبیّی محمّد نبیّ الرّحمۃ ، یا محمّد ! انّی أتوجّه الی ربّی بک أن یکشف لی عن بصری ، اللّهم شفّعه فیّ وشفّعنی فی نفسی ۔
''اے اللہ ! بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ، میں اپنے نبی ئ رحمت محمد eکو تیری طرف (دعا کے لیے)متوجہ کرتا ہوں ، اے محمد ! میں آپ کو اپنے رب کی طرف (دعا کے لیے)متوجہ کرتا ہوں کہ وہ میری نظر لوٹا دے ، اے اللہ ! تو میرے بارے میں اپنے نبی کی سفارش قبول فرما اور خود میری سفارش بھی قبول فرما ۔
جب وہ واپس لوٹا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نظر لوٹا دی تھی ۔''(مسند الامام احمد : ٤/١٣٨ ، سنن الترمذی : ٣٥٧٨ ، السنن الکبرٰی ، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی : ٦٥٩ ، واللفظ له ، سنن ابن ماجہ : ١٣٨٥ ، مسند عبد بن حمید : ٣٧٩ ، وسندہ، حسن)
''اس حدیث کو امام ترمذی aنے ''حسن صحیح غریب'' اور امام ابن خزیمہa(١٢١٩) نے ''صحیح'' کہا ہے ، امام ابن ماجہ aکہتے ہیں کہ ابو اسحاق نے کہا ہے کہ یہ حدیث ''صحیح'' ہے ، امام حاکم a(١/٣١٣)نے اس حدیث کو ''صحیح علی شرط الشیخین'' قرار دیا ہے ، حافظ ذہبی aنے ان کی موافقت کی ہے ۔
اہل بدعت نے اس حدیث سے نبی کریم eکی ذات ِ گرامی کے وسیلے کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ، ان کا یہ استدلال باطل ، بلکہ ابطل الاباطیل ہے ، کیونکہ حدیث میں مذکور ہے کہ اس شخص نے نبی کریمeسے دعا کی درخواست کی تھی ، جواب میں آپ eنے فرمایا کہ اگرآپ چاہیں تو میں دعا کر دیتا ہوں ، اگر دعا نہ کروائیں اور بیماری پر صبر کریں تو بہتر ہے ، لیکن صحابی مذکور نے آپ کی دعا کو ترجیح دی ، نبی کریمeنے اس کے حق میں دعا و سفارش فرما دی ، اس کو اچھی طرح وضو کرنے کا حکم دیا ، پھر دو رکعت نماز ادا کرنے کو کہا اور اس کو دعا کے الفاظ بھی سکھا دئیے ، اس نے ان الفاظ کے ساتھ اپنے حق میں دعا بھی کر دی اور کہا ،''اے اللہ ! تو میرے بارے میں اپنے نبی کریم eاور خود میری دعا وسفارش قبول فرما ۔''
اس حدیث میں نبی اکرم eکی ذات ِ اقدس کے وسیلے کا ذکر تک نہیں ، بلکہ آپ کی حیات ِ طیبہ میں آپ کی دعا وسفارش کا وسیلہ پیش کرنے کا ذکر ہے ، نبی کریم eکی حیات ِ مبارکہ میں یا وفات کے بعد کسی صحابی سے آپ کی ذات کا وسیلہ پیش کرنا قطعاً ثابت

نہیں ، حیاتِ مبارکہ میں آپ کی عدم موجودگی میں ذات کا وسیلہ پیش کرنا قطعاً ثابت نہیں ہے ، اسی طرح آپ کی وفات کی بعد کسی صحابی یا تابعی سے آپ کی ذات کا وسیلہ پیش کرنا اور آپ کی قبر مبارک پر جاکر دعا کرنا ثابت نہیں ہے ، مدعی پر دلیل لازم ہے ۔

دلیل نمبر 2: ایک شخص سیدنا عثمان بن عفان tکے پاس اپنی ضرورت میں آجایا کرتا تھا اور عثمان t(مشغولیت کی وجہ سے)اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور اس کی ضرورت میں غور نہ فرماتے تھے ، وہ عثمان بن حنیف tسے ملا اور ان سے جا کر شکایت کی ، سیدنا عثمان بن حنیف نے اس سے کہا ، لوٹا لاؤ، وضو کرو ، پھر مسجد جا کر دو رکعت نماز پڑھو ، پھر کہو : اللّٰهم انّی أسئلک ، وأتوجّہ الیک بنبیّنا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم نبیّ الرّحمۃ ، یا محمّد ! انّی أتوجّہ الی ربّی ، فیقضی حاجتی ۔

''اے اللہ ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ، میں اپنے نبی رحمت محمد eکو تیری طرف متوجہ کرتا ہوں ، اے محمد ! میں آپ کو اپنے رب کی طرف (دعا کے لیے)متوجہ کرتا ہوں کہ وہ میری ضرورت کو پورا کر دے ۔''

پھر اپنی ضرورت کو اللہ کے سامنے رکھ دو ، پھر میرے پاس آجاؤ تاکہ میں آپ کے ساتھ چلوں ، اس شخص کی ضرورت پوری ہوئی ، سیدنا عثمان بن حنیف tنے بیان کیا کہ یہی دعا ایک نابینا کو نبی کریم eنے سکھائی تھی تو اس کی تکلیف بھی دور ہو گئی تھی ۔''(التاریخ الکبیر للبخاری : ٦/٢١٠ ، العلل لابن ابی حاتم الرازی : ٢/١٩٠ ، المعجم الکبیر للطبرانی : ٩/٣٠۔٣١ ، ح ٨٣١١ ، المعجم الصغیر للطبرانی : ١/١٨٣۔١٨٤، الدعاء للطبرانی : ٢/١٢٨٧۔١٢٨٨ ، ح : ١٠٥٠ ، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبھانی : ٤/١٩٥٩۔١٩٦٠ ، ح : ٤٩٢٨)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے ، کیونکہ : 1 عبداللہ بن وہب المصری ''مدلّس'' ہیں اور ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں ، یہ مسلّم اصول ہے کہ جب ثقہ راوی بخاری ومسلم کے علاوہ ''عن'' یا ''قال'' کہہ کر روایت کرے تو وہ ''ضعیف'' ہوتی ہے ۔

2 عبداللہ بن وہب المصری یہ روایت اپنے استاذ شعیب بن سعید الحبطی (ثقہ) سے کر رہے ہیںاور خود شعیب بن سعید اپنے استاذ روح بن القاسم سے روایت کر رہے ہیں ، امام الجرح والتعدیل ابن عدی a فرماتے ہیں : ولشعیب بن سعید نسخۃ الزّھریّ عندہ عن یونس عن الزّھریّ ، وھی أحادیث مستقیمۃ ، وحدث عنہ ابن وھب بأحادیث مناکیر ۔

''شعیب کے پاس ایک نسخہ ہے جو وہ یونس کے واسطہ سے زہری سے بیان کرتے ہیں اور وہ مستقیم احادیث ہیں ، ابنِ وہب نے ان سے منکر احادیث بیان کی ہیں ۔''(الکامل لابن عدی : ٤/٣١)

یہ روایت بھی شعیب بن سعید سے عبداللہ بن وہب المصری بیان کر رہے ہیں ، یہ جرح مفسرہے ، لہٰذا یہ روایت ''ضعیف'' اور ''منکر'' ہے ، مطلب یہ ہے کہ شعیب بن سعید جب مصر میں گئے تو وہاں انہوں نے اپنے حافظے سے احادیث بیان کیں ،جن میں سے یہ غلطی اور وہم کا شکار ہوگئے ۔

اعتراض : شعیب بن سعید ابو سعید البصری کی روایت صحیح بخاری میں بھی ہے ۔

جواب : حافظ ابن حجر aلکھتے ہیں : أخرج البخاریّ من روایۃ ابنہ (أحمد) عن یونس (بن یزید الأیلیّ) أحادیث لم یخرج من روایتہ عن غیر یونس ، ولا من روایۃ ابن وہب عنہ شیأا ۔۔۔

''امام بخاری aنے ان کے بیٹے سے یونس بن یزید الایلی کی سند سے یونس کے علاوہ اور راویوں سے روایات لی ہیں ، ابنِ وہب سے ان کی کوئی روایت بخاری میں نہیں ہے ۔''(ھدی الساری : ٤٠٩)

ثابت ہوا کہ شعیب بن سعید سے وہ روایت جو عبداللہ بن وہب المصری کے علاوہ کسی اور راوی نے بیان کی ہو اور وہ روایت اس نے اپنے استاذ یونس بن یزید الایلی سے کی ہو ، وہ ''صحیح'' اور دوسری ''ضعیف'' ہوتی ہے ۔

الحاصل : شعیب بن سعید سے اس کا شاگرد عبداللہ بن وہب المصری بیان کرے تو روایت ''منکر'' اور ''ضعیف'' ہوگی ، یہ روایت بھی عبداللہ بن وہب المصری بیان کر رہے ہیں ، لہٰذا یہ ''منکر'' اور ''ضعیف'' ، لہٰذا امام طبرانی aکا اس کو ''صحیح'' کہنا صحیح نہ ہوا ۔

تنبیہ : اگر کوئی یہ کہے کہ عون بن عمارہ البصری نے شعیب بن سعید بن متابعت کر

رکھی ۔   (المستدرک للحاکم : ١/٥٢٦ ، معرف الصحاب لابی نعیم الاصبھانی : ٤٩٢٩)

تو اس کا جواب ی   ک عو ن بن عمار البصری ''ضعیف'' (تقریب التھذیب لابنِ حجر)

لٰذا ی متابعت مفید نیں ، دوسری بات ی ک عون بن عمارۃ والی روایت میں ان الفاظ کی زیادتی موجودنیں ۔

دلیل نمبر 3:   سیدناانس بن مالک tس روایت :

انّ عمر بن الخطاب رضی اللہ عن کان اذا قحطوا استسقیٰ بالعبّاس بن عبد المطّلب رضی اللہ عن ، فقال : اللّٰھم انّا کنّا نتوسّل الیک بنبیّنا ، فتسقینا ، وانّا نتوسّل الیک بعمّ نبیّنا فاسقنا ، قال : فیسقون ۔

''سیدنا عمر بن خطاب tکا طریق ی تھا ک جب قحط پڑ جاتا تو سیدنا عباس بن عبدالمطلب t(کی دعا) کو وسیل پکڑکر بارش طلب کیا کرت تھ اور ی دعا کرت تھ ، ا اللہ ! ب شک م تیر سامن اپن نبی e(کی زندگی میں ان کی دعا)کو وسیل پکڑ کر بارش طلب کیا کرت تھ تو تو میں بارش دیتا تھا اور اب م اپن نبی e(کی وفات ک بعد)ان ک چچا (کی دعا) کو وسیل بناکر بارش طلب کرت یں (یعنی ان س دعا کرواتۃ یں) ، تو م پر بارش نازل فرما ، سیدنا انس tبیان کرت یں ک ان پر بارش نازل کی جاتی تھی ۔

(صحیح بخاری : ١/١٣٧ ، ح : ١٠١٠)

حافظ ابنِ تیمیۃ aاس حدیث ک الفاظ انّا کنّا نتوسّل کا مطلب یوں بیان کرت یں :

وذلک أنّ التّوسّل ب فی حیات ، ھو أنّھم کانوا یتوسّلون ب ، أی یسألون أن یدعو اللہ ، فیدعو لھم ، ویدعون فیتوسّلون بشفاعت ودعائ ۔۔۔

''ی وسیل کی صورت نبی کریم eکی زندگی مبارک میں کچھ اس طرح تھی ک صحاب کرام yآپe س دعا کی درخواست کرت اور پھر خود بھی دعا کرت تو اس طریق س و نبی کریم eکی سفارش اور وسیل چات تھ ۔''(مختصر الفتاوی المصری : ص ١٩٤)

حافظ ابنِ حجر aلکھت یں :   ویستفاد من قصّ العبّاس رضی اللہ عن من استحباب الاستشفاع بأھل الخیر وأھل بیت النّبوّ ۔   ''سیدنا عباس wک قص س ی بات ثابت وتی ک خیر و بھلائی ، نیکی و تقویٰ والوں اور خاندانِ نبوت س تعلق رکھن وال لوگوں س سفارش کروانا مستحب ۔''(فتح الباری : ٢/٤٩٧) ی ماری دلیل ، کیونک دعا مشروع وسیل ۔

دلیل نمبر 4:   عبداللہ بن دینا ر کت یں :   سمعت ابن عمر یتمثّل بشعر أبی طالب :

وأبیض یستسقیٰ الغمام بوجھ   ثمال الیتامیٰ عصم للأرامل ۔

''سیدنا عبداللہ بن عمر wکو میں ن ابو طالب کا ی شعر پڑھت وئ سنا ، و گور رنگ وال ، جن ک چر ک توسّل س بارش طلب کی جاتی ، یتیموں ک والی ، بیواؤں ک سارا یں ۔''

(صحیح بخاری : ١/١٣٧ ، ح : ١٠٠٨)

یاں س نبی کریم eکی دعا کا وسیل مراد ، جو ک مشرو ع اور جائز ۔

وقال عمر بن حمز : حدثنا سالم عن أبی ، ربما ذکرت قول الشّاعر ، وأنا أنظرِ الی وج النّبیّ صلی اللہ علی وسلم یستسقی ، فما ینزل حتّی یجیش کلّ میزاب ۔

وأبیض یستسقیٰ الغمام بوجھ   ثمال الیتامیٰ عصم للأرامل ۔

''عمر بن حمز کت یں ک سالم بن عبداللہ بن عمر aن اپن والد سیدنا عبداللہ بن عمر wس روایت کی ک کبھی میں شاعر کی اس بات کو یاد کرتا وں ک کبھی نبی کریم eک چر ئ اقدس کو تکتا ک اس (رخ زیبا)ک وسیل س بارش طلب کی جاتی ، آپ e(منبر س)اترن بھی ن پائ تھ ک سار پرنال ب نِ لگ ، مذکور شعر ابو طالب کا ۔''(صحیح بخاری : ١/١٣٧ ، ح : ١٠٠٩تعلیقاً ، سنن ابن ماج : ١٢٧٢ ، مسند الامام احمد : ٢/٩٣ ، ح : ٥٦٧٣ ، السنن الکبرٰی للبیقی : ٣/٣٥٢ ، تغلیق التعلیق لابن حجر : ٢/٣٨٩)

تبصر :   اس کی سند ''ضعیف'' ، اس میں عمر بن حمز (بن عبداللہ بن عمر)''ضعیف'' ۔

(تقریب التھذیب لابنِ حجر : ٤٨٨٤)

ی جمور ک نزدیک ''ضعیف'' راوی ، صحیح مسلم میں اس کی روایت صحیح اور باقی

''ضعیف'' ہوگی ۔
امام یحییٰ بن معین aنے اس کو ''ضعیف'' کہا ہے ۔(تاریخ الدارمی عن بن معین : ص ١٤٢)
امام نسائی aنے بھی اسے ''ضعیف'' ہی قرار دیا ہے ، امام احمد بن حنبل aفرماتے ہیں :
أحادیثہ أحادیث مناکیر ۔ ''اس کی احادیث منکر احادیث ہیں ۔''(الجرح والتعدیل : ٦/١٠٤)
امام ابنِ عدی aفرماتے ہیں : وھو ممّن یکتب حدیثہ ۔ ''یہ ان(ضعیف راویوں) میں سے ہے ، جن کی احادیث لکھی جاتی ہیں ۔'(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی : ٥/١٩)
لٰہذا امام ابنِ حبان aکا اس کو ''الثّقات'' میں ذکر کرنا اور امام حاکم aکا اس کی احادیث کو مستقیم قرار دینا محل نظر ہے ۔
تنبیہ : سیدہ عائشہ rسے روایت ہے کہ انہوں نے یہی شعر پڑھا،اس وقت ابوبکر ایک فیصلہ فرما رہے تھے ،یہ شعر سن کر ابو بکر tنے فرمایا: اللہ کی قسم اس سے مراد نبی کریم eہیں ۔(مسند الامام احمد : ١/٧ ، مصنف ابن ابی شیبہ : ١٢/٢٠ ، طبقات ابن سعد : ٣/١٩٨ ، مسند ابی بکر للمروزی : ١/٩١)
تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے ، اس کا راوی علی بن زید بن جدعان جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے ، نیز یہ ''مختلط'' بھی ہے ، حافظ ہیثمی کہتے ہیں : وضعّفہ الجمہور۔(مجمع الزوائد : ٨/٢٠٦،٢٠٩)
حافظ ابن العراقی کہتے ہیں : ضعّفہ الجمہور ۔(طرح التثریب : ١/٨٢)
حافظ ابن الملقن کہتے ہیں : وادّعی عبد الحقّ أنّ الأکثر علی تضعیف علی بن زید ۔ ''اور عبدالحق نے دعوی کیا ہے کہ اکثر محدثین علی بن زید کو ضعیف قرار دیتے ہیں ۔''(البدر المنیر : ٤/٤٣٤)
اس کو امام احمد بن حنبل ، امام یحییٰ بن معین ، امام ابن عدی (الکامل : ٤/٣١٣)امام ابو حاتم الرازی اور ابوزرعہ الرازی وغیرہ نے ''ضعیف، لیس بالقوی '' کہا ہے ، نیز حافظ ابنِ حجر نے بھی ''ضعیف'' کہا ہے ۔(تقریب التھذیب : ٤٧٣٤)
دلیل نمبر 5: ابو الجوزاء اوس بن عبداللہ تابعی aبیان کرتے ہیں :
قحط المدینۃ قحطا شدیدا ، فشکوا الی عائشۃ رضی اللہ عنہا ، فقالت : انظروا قبر النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ، فاجعلوا منہ کوی الی السّماء حتی لا یکون بینہ وبین السّماء سقف ، قال: ففعلوا ، فمطرنا مطرا حتی نبت العشب وسمنت الابل حتی تفتقت من الشّحم عام الفتق ۔
''ایک مرتبہ اہل مدینہ سخت قحط میں مبتلا ہوگئے ، انہوں نے سیدہ عائشہ rسے (اس کیفیت کے بارے میں)شکایت کی ، سیدہ عائشہ rنے فرمایا ، نبی کریم eکی قبر کے پاس جاؤ اور وہاں سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف اس طرح کھولو کہ قبر اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے ، راوی کہتا ہے کہ لوگوں نے اسی طرح کیا تو بہت زیادہ بارش ہوئی یہاں تک کہ خوب سبزہ اُگ آیا اور اونٹ ایسے ہوگئے کہ(محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے ، لہٰذا اس سال کا نام عام الفتق (پیٹ پھٹنے والا سال) رکھ دیا گیا ۔''
(مسند الدارمی : ٩٣ ، مشکاۃ المصابیح : ٥٦٥٠)
تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے ، اس کے راوی عمرو بن مالک النکری (ثقہ) کی حدیث ابوالجوزاء سے غیر محفوظ ہوتی ہے ،یہ روایت بھی اسی سے ہے ، حافظ ابنِ حجر aلکھتے ہیں :
وقال ابن عدیّ (الکامل : ١/٤١١): حدّث عنہ عمرو بن مالک قدر عشرۃ أحادیث غیر محفوظۃ ۔ ''امام ابن عدی aنے فرمایا ہے کہ ابوالجوزاء سے عمرو بن مالک نے تقریباً دس غیر محفوظ احادیث بیان کی ہیں ۔''(تہذیب التھذیب لابن حجر : ١/٣٣٦)
یہ جرح مفسر ہے ، یہ حدیث بھی عمرو بن مالک النکری نے اپنے استاذ ابو الجوزاء سے روایت کی ہے ، لہٰذا غیر محفوظ ہے۔
اس کا الزامی جوا ب یہ ہے کہ سیدہ عائشہ rفرماتی ہیں : ومن حدّثک أنّہ یعلم الغیب ، فقد کذب ، وھو یقول : لا یعلم الغیب الّا اللّہ ۔ ''جو کوئی تجھے یہ بتائے کہ محمد eغیب جانتے ہو ، وہ جھوٹا ہے ، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ غیب کی باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔''
(صحیح بخاری : ٢/١٠٩٨ ، ح : ٧٣٨٠ ، صحیح مسلم : ١/٩٨ ، ح : ١٧٧)
اس کے جواب میں ''بعض الناس'' نے لکھا ہے : ''آپ کے یہ قول اپنے رائے سے ہیں، اس

پر کوئی حدیثِ مرفوع پیش نہیں فرماتیں ، بلکہ آیات سے استدلال فرماتی ہیں ۔''(''جاء الحق'' : ۱/۱۲٤)
سیدہ عائشہ rکا نبی کریم eکی قبر کے متعلق یہ قول قبول کیوں ہے ؟ جب کہ وہ اس پر کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں فرما رہیں ، اس پرستاگے یہ کہ یہ قول ثابت بھی نہیں ہے ۔
دلیل نمبر 6:   عن مالک الدّار قال : أصاب النّاس قحط فی زمن عمر ، فجاء رجل الی قبر النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ، فقال : یا رسول اللّہ استسق لأمّتک ، فانّہم قد ھلکوا، فأتی الرّجل فی المنام ، فقیل لہ : ائت عمر ، فأقرئہ السّلام وأخبرہ أنّکم مسقیون ، وقل لہ : علیک الکیس ، علیک الکیس ! فأتی عمر ، فأخبرہ ، فبکیٰ عمر ، ثم قال : یا ربّ ! لا آلو الّا ما عجزت منہ ۔
''مالک الدار سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب tکے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے ، پھر ایک صحابی نبی کریم eکی قبر پر حاضر ہوئے اور عرض کی ، اے اللہ کے رسول ! آپ (اللہ تعالیٰ سے) اپنی امت کے لیے سیرابی مانگیں ، کیونکہ وہ (قحط سالی کے باعث) تباہ ہو گئی ہے ، پھر خواب میں نبی کریم eاس صحابی کے پاس تشریف لا ئے اور فرمایا ، عمر کے پاس جاکر اسے میرا سلام کہو اور اسے بتاؤ کہ تم سیراب کیے جاؤ گے اور عمر سے (یہ بھی) کہہ دو کہ عقلمندی اختیار کیا کرو ، وہ صحابی سیدنا عمر tکے پاس آئے اور انہیں خبر دی تو سیدنا عمر tرو پڑے اور فرمایا ، اے اللہ! میں کوتاہی نہیں کرتا ، مگر یہ کہ عاجز ہو جاؤں ۔''
(مصنف ابن ابی شیبہ : ٦/۳٥٦ ، دلائل النبوۃ للبیہقی : ۷/٤۷ ، الاستیعاب لابن عبد البر : ۳/۱۱٤۹)
تبصرہ :   اس کی سند ''ضعیف'' ہے ، اس میں (محمد بن خازم الضریر) ابو معاویہ اور (سلیمان بن مہران) الاعمش دونوں ''مدلّس'' ہیں اور ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں ، سماع کی تصریح نہیں ، لہٰذا سند ''ضعیف'' ہے ۔
امام شافعی aفرماتے ہیں :   فقلنا : لا نقبل من مدلّس حدیثا حتی یقول فیہ : حدّثنی أو سمعت ۔۔۔   ''ہم کسی مدلّس سے کوئی بھی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک وہ اس میں سماع کی تصریح نہ کردے ۔''(الرسالۃ للامام الشافعی : ص ۳۸۰)
امام یحییٰ بن معین aفرماتے ہیں :   لا یکون حجّۃ فیما دلّس ۔   ''مدلس راوی تدلیس والی روایت میں حجت نہیں ہوتا ہے ۔''(الکامل لابن عدی : ۱/۳٤ ، وسندہ، حسن)
اس روایت کی صحت کے مدعی پر سماع کی تصریح لازم ہے ،لٰہذا حافظ ابنِ کثیر a(البدایۃ والنہایۃ : ٥/١٦٧)
اور حافظ ابنِ حجر a(الاصابۃ : ۳/٤٨٤)کا اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دینا صحیح نہیں ہے ۔
دلیل نمبر 7:   سیدناابن عمر wسے روایت ہے :   استسقیٰ عمر بن الخطّاب عام الرّمادۃ بالعبّاس بن عبد المطّلب ، فقال : اللّھم ھذا عمّ نبیّک العبّاس ، نتوجّہ الیک بہ ، فاسقنا ، فما برحوا حتی سقاھم اللّہ ، قال : فخطب عمر النّاس ، فقال : ایّھا النّاس ! انّ رسول اللّہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یری للعبّاس ما یری الوالد لولدہ ، یعظّمہ ویفخمہ ویبرّ قسمہ ، فاقتدوا أیّھا النّاس برسول اللّہ فی عمّہ العبّاس واتّخذوہ وسیلۃ الی اللّہ عزّ وجلّ فیما نزل بکم ۔
''سیدنا عمر بن خطاب tنے عام الرمادہ (قحط و ہلاکت والے سال) میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب t(کی دعا) کو وسیلہ بنا کر بارش طلب کی ، عرض کی ، اے اللہ ! یہ تیرے (مکرّم)نبی eکے (معزز) چچا عباس ہیں ، ہم ان (کی دعا کے) ساتھ تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں ، تو ہم پر بارش نازل فرما ، وہ دعا کر ہی رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پانی سے سیراب کر دیا ، راوی نے بیان کیا ہے کہ پھر سیدنا عمر بن خطا ب tنے لوگوں کو خطبہ دیا ، فرمایا ، اے لوگو ! نبی کریم eسیدنا عباس tکو ویسا ہی سمجھتے تھے ، جیساکہ بیٹا باپ کو سمجھتا ہے ، آپ eان کی تعظیم و توقیر کرتے اور ان کی قسموں کو پورا فرماتے تھے ، اے لوگو ! تم بھی سیدنا عباس t کے بارے میں نبی کریم eکی اقتدا کرو ، ان (کی دعا) کو اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ بناؤ تاکہ وہ تم پر (بارش) برسائے ۔''(المستدرک للحاکم : ۳/۳۳٤ ، ح : ٥٦۳۸ ، الاستیعاب لابن عبد البر : ۳/۹۸)
تبصرہ :   اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے ، اس میں داو،د بن عطاء المدنی راوی ''ضعیف'' اور ''متروک'' ہے ، اس کے بارے میں توثیق کا ادنیٰ لفظ بھی ثابت نہیں ، امام ابو

حاتم الرازیaکہتے ہیں :
لیس بالقویّ ، ضعیف الحدیث ، منکر الحدیث۔ ''قوی نہیں ہے ، ضعیف الحدیث اورمنکر الحدیث ہے۔''امام ابو زرعہ aنے ''منکر الحدیث'' کہا ہے ۔(الجرح والتعدیل : ۳/٤۲۱)
امام بخاری aنے بھی ''منکر الحدیث '' قرار دیا ہے ۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی : ۲/۳۵ ، وسندہ، صحیح)
امام دارقطنی aنے ''متروک'' قرار دیا ہے ۔(سوالات البرقانی للدارقطنی : ۱۳۸)
امام احمد بن حنبلaفرماتے ہیں : لیس بشیئ ۔ ''یہ کچھ بھی نہیں ہے ۔''(الجرح والتعدیل:۳/٤۲۱)
امام ابن عدی aفرماتے ہیں : وفی حدیثہ بعض النکرۃ ۔ ''اس کی حدیث میں کچھ خرابی ہے ۔''(الکامل لابن عدی : ۳/۸۷)یہ ہماری دلیل ہے ، کیونکہ دعا مشروع اور جائز وسیلہ ہے ۔
دلیل نمبر 8: سیدنا عمر بن خطاب tسے روایت ہے کہ رسول اللہ eنے فرمایا :
لمّا أذنب آدم صلی اللہ علیہ وسلم الذّنب رفع رأسہ الی العرش ، فقال : أسألک بحقّ محمّد الّا غفرت لی ، فأوحی اللّٰہ الیہ ، وما محمّد ؟ ومن محمّد ؟ فقال : تبارک اسمک ، لمّا خلقتنی رفعت رأسی الی عرشک ، فاذا فیہ مکتوب مکتوبا : لا الہ الّا اللّٰہ ، محمّد رسول اللّٰہ ، فعلمت أنّہ لیس أحد أعظم عندک قدرا ممن جعلت اسمہ مع اسمک ، فأوحی اللّٰہ عزّ وجلّ الیہ : یا آدم ! انّہ آخر النّبیّین من ذریّتک ، وانّ أمّتہ آخر الأمم من ذریّتک ، لولاہ یا آدم ! ما خلقتک ۔
''جب آدم uسے خطا سر زد ہوئی تو انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض گزار ہوئے ، (اے اللہ!) اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا تو میں بحق محمد تجھ سے سوال کرتا ہوں (کہ تو مجھے معاف کر دے) ، اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ، محمد کون ہیں ؟ سیدنا آدم uنے عرض کی ، (اے اللہ !) تیرا نام پاک ہے ، جب تو نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے اپنا سر تیرے عرش کی طرف اٹھایا تھا ، وہاں میں نے لا الہ الّا اللّٰہ ، محمّد رسول اللّٰہ لکھا ہوا دیکھا ، لہٰذامیں جان گیا کہ یہ ضرور کوئی بڑی ہستی ہے ، جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے ، پس اللہ تعالیٰ نے وحی کی ، اے آدم ! وہ (محمد e)تیری نسل میں سے آخری نبی ہیں ، ان کی امت بھی تیری نسل میں سے آخری امت ہو گی اور اگر آپ e نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا ہے''
(المعجم الصغیر للطبرانی : ۲/۱۸۲ ، ح : ۹۹۲ ، وفی نسخۃ : ۲/۸۲ ، المعجم الاوسط للطبرانی : ٦۵۰۲)
تبصرہ : یہ موضوع (من گھڑت) روایت ہے ، کیونکہ : 1اس میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم راوی جمہور کے نزدیک ''ضعیف و متروک'' ہے ، حافظ ہیثمی لکھتے ہیں : والأکثر علی تضعیفہ ۔
''جمہور اس کو ضعیف کہتے ہیں ۔''(مجمع الزوائد : ۲/۲۱)
حافظ ابنِ ملقن aفرماتے ہیں : ضعّفہ الکلّ ۔ ''اسے سب نے ضعیف قرار دیا ہے ۔''
(البدر المنیر : ۵/٤۵۸)
اس کو امام احمد بن حنبل ، امام علی بن المدینی ، امام بخاری ، امام یحییٰ بن معین ، امام نسائی ، اما م ابو حاتم الرازی ، امام ابو زرعہ الرازی ، امام ابنِ سعد ، امام ابنِ خزیمہ ، امام ابنِ حبان ، امام ساجی ، امام طحاوی حنفی ، امام جوزجانی Sوغیرہم نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے ۔
امام حاکم aفرماتے ہیں : روی عن أبیہ أحادیث موضوعۃ ۔ ''اس نے اپنے باپ سے موضوع (من گھڑت) احادیث بیان کی ہیں ۔(المدخل للحاکم : ۱۵٤)
یہی بات امام ابو نعیم الاصبہانی aنے بھی کہی ہے ۔(تہذیب التھذیب لابن حجر : ٦/۱٦۲)
یہ حدیث بھی اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے ، لہٰذا موضوع (من گھڑت) ہے
2امام طبرانی aکے استاذ محمد بن داو،د بن عثمان الصدفی المصری کی توثیق مطلوب ہے ۔
3اس کے راوی احمد بن سعید المدنی الفہری کی بھی توثیق مطلوب ہے ۔
دلیل نمبر 9: سیدنا عبداللہ بن مسعود tسے روایت ہے کہ رسول اللہ eنے فرمایا:
اذا انفلتت دابّۃ أحدکم بأرض فلاۃ فلیناد : یا عباد اللّٰہ ! أحبسوا علیّ ، یا عباد اللّٰہ ! أحبسوا علیّ ، فانّ للّٰہ فی الأرض حاضرا ، سیحبسہ علیکم ۔

''جب تم میں سے کسی کی سواری جنگل بیابان میں چھوٹ جائے تو اس شخص کو یہ پکارنا چاہیے ، اے اللہ کے بندو ! میری سواری کو پکڑادو ، اے اللہ کے بندو ! میری سواری کو پکڑادو ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے (فرشتے)اس زمین میں ہوتے ہیں ، وہ تمہیں (تمہاری سواری)پکڑا دیں گے ۔''(مصنف ابن ابی شیبہ : ٦/١٠٣ ، المعجم الکبیر للطبرانی : ١٠/٢١٧ ، ح : ١٠٥١٨ ، واللفظ لہ ، مسند ابی یعلیٰ : ٥٢٦٩ ، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی : ٥٠٩)

تبصرہ : اس کی سند کئی وجوہ سے سخت ترین ''ضعیف'' ہے :

1 معروف بن حسان ''غیر معروف'' اور'' مجہول'' ہے ، امام ابو حاتم الرازی aنے اسے ''مجہول'' قرار دیا ہے ۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : ٨/٣٢٣)
امام ابن عدی aنے اسے ''منکر الحدیث '' کہاہے ۔(الکامل فی ضعفاء الرجال : ٦/٣٢٥)
حافظ ہیثمی aنے بھی اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے ۔(مجمع الزوائد : ١٠/١٣٢)
اس کی توثیق میں ادنیٰ کلمہ بھی ثابت نہیں ۔

2 اس میں قتادہ بن دعامہ تابعی ''مدلس'' ہیں جو کہ ''عن'' سے بیان کر رہے ہیں ، سماع کی تصریح ثابت نہیں ۔

3 سعید بن ابی عروبہ بھی ''مدلس'' اور ''مختلط'' ہیں ۔

4 حافظ ابنِ حجر aفرماتے ہیں : حدیث غریب أخرجہ ابن السّنّیّ والطبرانیّ ، وفی السّند انقطاع بین ابن بریدۃ وابن مسعود ۔ ''یہ غریب حدیث ہے جسے ابن السنی اور طبرانی نے بیان کیا ہے ، اس کی سند میں ابنِ بریدہ اور سیدنا ابنِ مسعود کے درمیان انقطاع ہے ۔''(شرح الاذکار لابن علان : ٥/١٥٠)
ابن السنی کی سند میں ابنِ بریدہ اور سیدنا ابنِ مسعود tکے درمیان عن أبیہ کا واسطہ ہے ، یہ ناسخ کی غلطی ہے ، کیونکہ حافظ ابنِ حجر aنے اس سند کو ''منقطع ''قرار دیا ہے ، دوسری بات یہ ہے کہ یہی سند ابو یعلیٰ کی بھی ہے ، مسند ابی یعلیٰ میں بھی یہ واسطہ مذکور نہیں ، لہٰذا اس کا'' منقطع ''ہونا واضح ہے۔
علامہ بوصیری اس کے بارے میں کہتے ہیں : وسندہ ضعیف لضعف معروف بن حسان ۔ ''اس کی سند معروف بن حسان کے ضعیف ہونے کی بنا پر ضعیف ہے ۔''(اتحاف الخیرۃ المھرۃ : ٧/٥٠٠)
حافظ سخاوی aلکھتے ہیں : وسندہ ضعیف ، لکن قال النّوویّ : انّہ جرّبہ ھو وبعض أکابر شیوخہ ۔ ''اس کی سند تو ضعیف ہے ، لیکن حافظ نووی aکا کہنا ہے کہ انہوں نے اور ان کے بعض اکابر شیوخ نے اس کا تجربہ کیا ہے ۔''(الابتھاج باذکار المسافر والحاج للسخاوی : ص ٣٩)
اس کے تعاقب میں ناصرالسنہ محدث العصر علامہ البانی aلکھتے ہیں :
العبادات لا تؤخذ من التّجارب ، سیّما ما کان منھا فی أمر غیبیّ کھذا الحدیث ، فلا یجوز المیل الیٰ تصحیحہ ، کیف وقد تمسّک بہ بعضھم فی جواز الاستغاثۃ بالموتیٰ عند الشّدائد ، وھو شرک خالص ، واللّٰہ المستعان !
''عبادات تجربوں سے اخذ نہیںکی جا سکتیں ، خصوصاً ایسی عبادات جو کسی غیبی امر کے بارے میں ہوں ،جیسا کہ یہ حدیث ہے ، لہٰذا تجربہ کو بنیاد بنا کر اس کو صحیح قرار دینےکی طرف مائل ہونا جائز نہیں ، یہ کیسے ممکن ہے ، حالانکہ بعض لوگوں نے اس سے مصیبتوں کے وقت مردوں سے مدد مانگنے پر بھی استدلال کیا ہے ،یہ خالص شرک ہے ،اللہ محفوظ فرمائے !''(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ : ٢/١٠٨۔١٠٩ ، ح : ٦٥٥)

دلیل نمبر 0: عتبہ بن غزوان نبی کریم eسے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا :
اذا أضلّ أحدکم شیأا أو أراد أحدکم عونا ، وھو بأرض لیس بھا أنیس ، فلیقل : یا عباد اللّٰہ ! أغیثونی ، یا عباد اللّٰہ ! أغیثونی ، بأنّ للّٰہ عبادا لا نراھم وقد جُرِّبَ ذلک ۔
''جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا تم میں سے کسی کو مدد چاہیے ہو اور وہ ایسی جگہ میں ہو جہاں اس کا کوئی مددگار نہ ہو تو اسے چاہیے کہ کہے ، اے اللہ کے بندو ! میری مدد کرو ، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو ، یقینا اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جنہیں ہم دیکھ نہیں سکتے اور یہ تجربہ شدہ بات ہے ۔''
(المعجم الکبیر للطبرانی : ١٧/١١٧۔١١٨)

تبصرہ : یہ روایت ''ضعیف'' ہے ، حافظ ہیثمی لکھتے ہیں : انّ زید بن علی لم یدرک عتبۃ۔''یقینا زید بن علی نے عتبہ کو نہیں دیکھا ۔''(مجمع الزوائد : ١٠/١٣٢)

دلیل نمبر ١١ :   سیدناابو درداء tسے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ eکو یہ فرماتے ہوئے سنا :   ابغونی فی ضعفائکم ، فانّما ترزقون وتنصرون بضعفائکم ۔
''مجھے اپنے کمزور لوگوں میں تلاش کرو ، بے شک تمہیں اپنے کمزوروں کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے ۔''(مسند الامام احمد : ٥/١٩٨ ، سنن ابی داو،د : ٢٥٩٤ ، سنن النسائی : ٣١٨١ ، سنن الترمذی : ١٧٠٢ ، وسندہ، صحیح)امام ترمذی aنے اس حدیث کو ''حسن صحیح'' ، امام ابنِ حبان aنے ''صحیح''اور امام حاکم a (٢/١٠٤، ١٤٥)نے ''صحیح الاسناد''کہا ہے ۔
معاشرہ کے کمزور اور نادار لوگ جو صالحین ہوں ،ان کی نیکی اور دعا کی وجہ سے معاشرہ میں آسودگی آتی ہے ، ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں :   انّما ینصر اللّٰہ ھذہ الأمّۃ بضعیفھا ، بدعوتھم وصلاتھم واخلاصھم ۔   ''اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد ان کی کمزور لوگوں کی دعا ، نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے کرتا ہے ۔''(سنن النسائی : ٣١٨٠ ، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبھانی : ٥/٢٦ ، وسندہ، صحیح)
لہٰذا ایسے لوگوں کا خیال رکھنا نبی کریم eکی رضا کا موجب ہے ، اس سے مبتدعین کا فوت شدگان کے توسّل کا مسئلہ نکالنا شرعی نصوص کی تحریف ہے ۔
دلیل نمبر ١٢ :   سیدہ میمونہ rبیان کرتی ہیں :   ''رسول اللہ eنے وضو خانہ میں تین مرتبہ لَبَّیْکَ کہا اور تین مرتبہ نُصِرْتَ (تیری مدد کی گئی)کہا ، میں نے عرض کی ، اے اللہ کے رسول !میں نے آپ کو تین مرتبہ لَبَّیْکَ اور تین مرتبہ نُصِرْتَ فرماتے ہوئے سنا ہے ، جیسے آپ کسی انسان سے گفتگو کر رہے ہوں ، کیا وضو خانہ میں کوئی آپ کے ساتھ تھا ؟ آپ نے فرمایا ، یہ بنو کعب کا رجز خواں مجھے پکار رہا تھا اور اس کا کہنا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی امداد کی ہے ، تین دن کے بعد آپ نے صحابہ کرام کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے سنا کہ رجز خواں اشعار پیش کر رہا تھا ۔''(المعجم الکبیر للطبرانی : ٢٣/٤٣٣۔٤٣٤ ، ح : ١٠٥٢ ، المعجم الصغیر للطبرانی : ٢/٧٣۔٧٥)
تبصرہ :   اس کی سند ''ضعیف''ہے ، اس کے راوی محمد بن نضلہ کے حالات نہیں مل سکے ۔
تنبیہ :   حافظ ہیثمی aلکھتے ہیں کہ اس روایت میں یحییٰ بن سلیمان بن نضلہ راوی ''ضعیف'' ہے ۔(مجمع الزوائد : ٦/١٦٤)
لیکن راجح یہی ہے کہ یحییٰ بن سلیمان بن نضلہ راوی ''حسن الحدیث'' ہے ۔ واللّٰہ أعلم وعلمہ أحکم
دلیل نمبر ١٣ :   سیدنا عمر بن خطاب tکے دورِ خلافت ١٨ ہجری میں قحط سالی واقع ہوئی ، اسی سال کو عام الرمادہ کہتے ہیں ، ہلال بن حارث مزنی سے ان کی قوم بنو مزینہ نے کہا کہ ہم مرے جارہے ہیں ، کوئی بکری ذبح کیجیے ، کہا ، بکریوں میں کچھ نہیں رہا ، اصرار بڑھا تو انہوں نے بکری ذبح کر دی ، جب اس کی کھال اتاری تو نیچے سے سرخ ہڈی نکلی ، یہ دیکھ کر ہلال مزنی نے یا محمّداہ کہا ، رات ہوئی تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ eانہیں فرما رہے ہیں کہ تمہیں زندگی مبارک ہو ۔''
(البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر ۃ: ٧/٩١)
تبصرہ :   یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے ، کیونکہ :   1سیف بن عمر الکوفی راوی بالاتفاق ''ضعیف و متروک'' ہے ، اس کی روایت سے وہی حجت پکڑے گا جو خود اس کی طرح ''ضعیف و متروک'' ہو گا ۔2   اس کا استاذ مبشر بن فضیل ''مجہول'' ہے ۔
امام عقیلی aفرماتے ہیں :   مجہول بالنّقل ، اسنادہ، لا یصحّ ۔''یہ نقل میں مجہول ہے ، اس حدیث کی سند صحیح نہیں ۔''(الضعفاء للعقیلی : ٤/٢٣٦)حافظ ذہبی aفرماتے ہیں : لایدریٰ من ھو ۔ ''نہ معلوم یہ کون ہے ؟''(میزان الاعتدال : ٣/٤٣٤)3   اس کے راوی جبیر بن صخر کی توثیق مطلوب ہے ۔
دلیل نمبر ١٤ :   جنگِ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی ، جب کہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی ، مقابلہ بہت شدید تھا ، ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکھڑنے لگے ، سیدنا خالد بن ولید tسپہ سالار تھے ، انہوں نے یہ حالت دیکھی تو:
ناذی بشعار المسلمین ، وکان شعارھم یومئذ : یا محمّداہ ۔   ''انہوں نے مسلمانوں کا نعرہ بلند کیا ، اس دن ان کا نعرہ یا محمّداہ تھا ۔''(تاریخ الطبری : ٢/٢٨١ ، البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر : ٦/٣٢٤)

تبصرہ : یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے ، اس میں وہی سیف بن عمر الکوفی راوی بالاتفاق ''ضعیف و متروک '' موجود ہے ،نیز اس میں اور بھی علتیں ہیں ۔

دلیل نمبر ١٥ : سیدناابو عبیدہ بن الجراح tنے سیدنا کعب بن ضمرہ tکو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا ، جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یوقنا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہو ا ، مسلمان جم کر لڑنے لگے ، اتنے میں پیچھے چھپے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کر دیا ، اس خطرناک صورتِ حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کر دیا ، کعب بن ضمرہ tنے جھنڈا تھامے ہوئے بلند آواز سے پکارا : یامحمّد ، یا محمّد ، یا نصر اللّٰہ ! انزل !

''اے محمد ! اے محمد ! اے اللہ کی مدد ، اتر آ ہ''(فتوح الشام لمحمد بن عمر الواقدی : ١/١٩٦ ، طبع مصر : ١٩٣٤)

تبصرہ : یہ روایت سخت ترین ''ضعیف'' ہے ، اس کا راوی محمد بن عمر الواقدی جمہور کے نزدیک ''ضعیف ، متروک اور کذاب'' ہے ، ابنِ ملقن aلکھتے ہیں : وقد ضعّفہ الجمہور ۔

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے ۔''(البدر المنیر لابن الملقن : ٥/٣٢٤)حافظ ابنِ حجر a نے اسے ''متروک'' کہاہے ۔(تقریب التھذیب : ٦١٧٥)امام شافعی aفرماتے ہیں : کتب الواقدیّ کذب ۔ ''واقدی کی کتابیں جھوٹ کا پلندا ہیں ۔''(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : ٨/٢١ ، وسندہ، صحیح) امام اسحاق بن راہویہ aفرماتے ہیں : لأنّہ عندی ممن یضع الحدیث ۔ ''میرے نزدیک یہ جھوٹی احادیث گھڑنے والا ہے ۔''(الجرح والتعدیل : ٨/٢١)امام احمد بن حنبل aنے اسے ''کذاب'' قرار دیا ہے ۔(الکامل لابن عدی : ٦/٢٤١ ، وسندہ، حسن)امام بخاری ، امام ابو زرعہ ، امام نسائی اور امام عقیلی Sنے اسے ''متروک الحدیث '' کہا ہے ، اما م یحییٰ بن معین اور جمہور نے ''ضعیف'' کہاہے ، امام ابنِ عدی aفرماتے ہیں : یروی أحادیث غیر محفوظۃ والبلاء منہ ، ومتون أخبار الواقدیّ غیر محفوظۃ ، وھو بیّن الضّعف ۔ ''یہ غیر محفوظ احادیث بیان کرتا ہے اور یہ مصیبت اسی کی طرف سے ہے ، واقدی کی احادیث کے متون غیر محفوظ ہیں ، وہ واضح ضعیف راوی ہے ۔''(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی : ٦/٢٤٣)

دلیل نمبر ١٦ : ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ بنو عامر نے بصرہ میں اپنے جانور کھیتی میں چرائے ، انہیں طلب کرنے کے لیے ابو موسیٰ اشعری tبھیجے گئے ، بنو عامر نے بلند آواز سے اپنی قوم آلِ عامر کا بلایا تو نابغہ جعدی اپنے رشتے داروں کی ایک جماعت کے ساتھ نکلے ، انہیں ابو موسیٰ اشعری tکے پاس لایا گیا، آپ نے پوچھا ، آپ کیوں نکلے ہیں ؟ انہوں نے کہا ، میں نے اپنی قوم کی پکار سنی تھی ، ابو موسیٰ اشعری t نے انہیں تازیانے لگائے ، اس پر نابغہ جعدی نے کہا :

فان تک لابن عفّان أمینا فلم یبعث بک البرّ الأمینا

ویا قبر النّبیّ وصاحبیــــہ ألا یا غوثنا لو تسمعونـــــا

''اگر تو عثمان بن عفانtکا امین ہے تو انہوں نے تجھے احسان کرنے والا امین بنا کر نہیں بھیجا ، اے نبی اور آپ کے دوصاحبوں کی قبر !اے ہمارے فریا د رس ! کاش آپ ہماری فریاد سن لیں ۔''(الاستیعاب : ٣/٥٨٦)

تبصرہ : یہ روایت موضوع (جھوٹ کا پلندا)ہے ، اس کا راوی ہیثم بن عدی بالاتفاق ''کذاب'' اور ''متروک الحدیث'' ہے ۔

دلیل نمبر ١٧ : نبی کریم eطائف سے واپسی پر جعرانہ تشریف لائے ، اس وقت قبیلہ ئ ہوازن کے بچوں اور عورتوں میں سے چھ ہزار قیدی آپ کے ہمراہ تھے ، اونٹوں اور بکریوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا، ہوازن کا ایک وفد مشرف بہ اسلام ہوکر نبی کریم eکی خدمت میں حاضر ہوا ، انہوں نے درخواست کی کہ ہم پر احسان فرمائیں ، آپ نے فرمایا ، قیدیوں اور اموال میں سے ایک چیز پسند کر لو ، انہوں نے عرض کی ، ہمیں قیدی محبوب ہیں ، آپ نے فرمایا ، جو قیدی میرے ہیں یا بنو عبدالمطلب کے ہیں ، وہ تمہارے ہیں ، باقی جو تقسیم ہو چکے ہیں ، ان کے لیے یہ طریقہ اختیار کرو :

اذا أنا صلّیت الظّھر بالنّاس فقوموا ، فقولوا : انّا نستشفع برسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المسلمین وبالمسلمین الی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آبائنا ونسائنا ، فسأعطیکم عند ذلک وأسأل لکم ۔

''جب میں لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ لوں تو تم کھڑے ہو کر کہنا ، ہم اللہ کے

رسول eسے درخواست کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے ہماری شفاعت (سفارش) فرمائیں اور مسلمان ہماری شفاعت رسول اللہ eسے کریں ، ہمارے بیٹوں اور عورتوں کے حق میں ، تو میں تمہیں اس وقت عطا کردوں گا اور تمہاری سفارش کروں گا ۔''
چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا ، اکثر صحابہ نے عرض کی ، جو کچھ ہمارے پاس ہے ، وہ آپ کا ہے ، باقی صحابہ سے آپ نے وعدہ فرما یا کہ ہر قیدی کے بدلے مالِ غنیمت سے چھ اونٹنیاں دی جائیں گی ، اس طرح ہوازن کو تمام قیدی واپس مل گئے ۔(سیرۃ ابن ھشام مع الروض الانف : ۲/۳۰٦ ، وسندہ، حسن)زندہ انسان سے دعا و سفارش کروانا جائز ہے ، یہ ہماری دلیل ہے ۔
دلیل نمبر ١٨ : عبدالرحمن بن سعد کہتے ہیں : كنت عند ابن عمر رضى اللّٰہ عنهما ، فخدرت رجلہ ، فقلت : يا أبا عبد الرّحمن ! ما لرجلک ؟ قال : اجتمع عصبها من هاهنا ، فقلت : أدع أحب الناس اليک ، فقال : يا محمّد ! فانبسطت ۔
''میں سیدنا عبداللہ بن عمر wکے ساتھ تھا ، آپ کا پاؤں سن ہو گیا ، میں نے عرض کی ، اے ابو عبدالرحمن! آپ کے پاؤں کو کیا ہو گیا ہے ؟ فرمایا ، یہاں سے میرے پٹھے کھنچ گئے ہیں ، میں نے عرض کی ، تمام لوگوں میں سے جو ہستی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے ، اسے یاد کریں ، آپ نے یا محمّد! کہا ، اسی وقت ان کے پٹھے کھل گئے ۔''(الادب المفرد للبخاری : ۹۲٤ ، مسند علی بن الجعد : ۲۵۳۹، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی : ١٧٣ ، طبقات ابن سعد : ٤/١٥٤، تاریخ ابن معین : ۲۹۵۳)
تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے ، اس کی سند کا دارومدار ابو اسحاق السبیعی پر ہے جو کہ ''مدلس'' اور ''مختلط'' ہیں ، مسلّم اصول ہے کہ ثقہ مدلس جب بخاری و مسلم کے علاوہ ''عن'' یا ''قال'' سے بیان کرے تو راویت ''ضعیف''ہوتی ہے ، جب تک سماع کی تصریح نہ کرے ، اس کی صحت کے مدعی پرسماع کی تصریح لازم ہے ۔
الادب المفرد کی سند میں سفیان ثوری a''مدلس'' ہیں ، جو کہ ''عن'' سے بیان کر رہے ہیں ۔
عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (١٦٩)میں سفیان ثوری aکی ابو بکر بن عیاش (١٧١)، اسرائیل بن یونس اور(١٧٣) زہیر بن معاویہ نے متابت کر رکھی ہے ۔
یہ تینوں ابو اسحاق سے اختلاط کے بعد روایت لیتے ہیں ، لہٰذا یہ روایت ابو اسحاق السبیعی کی تدلیس و تخلیط کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے ، نہ معلوم عقیدہ میں خبرِ واحد کو حجت نہ ماننے والے اسے سینے سے کیوں لگائے بیٹھے ہیں ؟
فائدہ : امامِ بریلویت احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں : ''حضورِ اقدس eکو نام پاک لے کر نداکرنی ہمارے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے ۔''(روحوں کی دنیا از احمد رضا خان : ۲٤۵)
نیز دیکھیں ''(جاء الحق'' از احمد یار خان نعیمی بریلوی : ١/١٧٣ ، شانِ حبیب الرحمن از نعیمی : ١٣٦،٢٢٦)
دلیل نمبر ١٩ : مجاہدaسیدنا عبداللہ بن عباس wسے روایت کرتے ہیں :
حذرت رجل رجل عبد ابن عبّاس ، فقال ابن عبّاس : اذكر أحب النّاس اليک ، فقال : محمّد صلى اللّٰہ عليہ وسلم ، فذهب خدرہ ۔
''سیدنا عبداللہ بن عباس wکے پاس بیٹھے کسی شخص کی ٹانگ سن ہوگئی تو انہوں نے اس سے فرمایا ، لوگوں میں سے جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہے ، اس کو یاد کرو تو اس شخص نے یامحمّد! کہا ، اس کے پاؤں کا سن ہوجانا جاتا رہا ۔''(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی : ١٧٠)
تبصرہ : یہ موضوع (من گھڑت)روایت ہے ، اس کی سند میں غیاث بن ابراہیم النخعی بالاتفاق کذاب (پرلے درجے کا جھوٹا) ، خبیث اور وضاع (جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا) ہے ۔
دلیل نمبر ٢٠ : سیدناابوسعید خدری tسے روایت ہے کہ رسول اللہ eنے فرمایا ، جو اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلے اوریہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اپنے چہرے کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں :
اللّهم انّی أسألک بحقّ السّائلين عليک ، وأسألک بحقّ ممشای هذا ۔
''اے اللہ ! میں دعا کرنے والوں کا جو آپ پر حق ہے ، اس کے طفیل اور میرے اس چلنے کے طفیل سوال کرتا ہوں ۔''(سنن ابن ماجہ : ٧٧٨)
تبصرہ : اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے ، اس کا راوی عطیہ بن سعد العوفی

جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے ، نیز ''مدلس'' بھی ہے ، حافظ نووی aلکھتے ہیں :
ضعیف عند الجمہور ۔
''جمہور کے نزدیک یہ راوی ضعیف ہے ۔''(تہذیب الاسماء واللغات للنووی : ۱/٤٨)حافظ عراقی aلکھتے ہیں : ضعّفہ الجمہور ۔(طرح التثریب لابن العراقی : ۳/٤٢)حافظ ہیثمی aلکھتے ہیں : والأکثر علی تضعیفہ ۔(مجمع الزوائد : ۱۰ /٤۱۲)حافظ ابن الملقن aاسے ''ضعیف'' قرار دے کر لکھتے ہیں : والجمہور علی تضعیفہ ۔''جمہور اس کی تضعیف کرتے ہیں ۔''(البدر المنیر لابن الملقن : ۷/٤٦۳)
امام ہشیم بن بشیر اور امام سفیان ثوری Aنے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے ۔(الجرح والتعدیل : ٦/۳٨۳)
امام احمد بن حنبل aفرماتے ہیں : ضعیف الحدیث ۔ ''یہ ضعیف حدیث والا ہے ۔''
امام ابو زرعہ الرازی نے اسے ''لیّن'' کہا ہے اور امام ابو حاتم الرازی aفرماتے ہیں :
ضعیف الحدیث ، یکتب حدیثہ ۔ ''ضعیف الحدیث ہے ، اس کی حدیث (متابعات و شواہد میں) لکھی جائے گی ۔''(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : ٦/۳٨۳)امام دارقطنی aنے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے ۔(سنن الدارقطنی : ٤/۳۹)نیز فرماتے ہیں کہ ''مضطرب الحدیث '' ہے ۔(العلل للدارقطنی : ٤/۲۹۱)امام بخاری aفرماتے ہیں : کان یحییٰ یتکلّم فی عطیّہ ۔ ''امام یحییٰ عطیہ پر کلام (جرح) کرتے تھے ۔''(التاریخ الکبیر للامام البخاری : ٤/٨۳)نیز فرماتے ہیں : کان یحییٰ لا یروی عن عطیہ ۔''امام یحییٰ عطیہ بن سعد العوفی سے روایت نہیں کرتے تھے ۔''(التاریخ الکبیر للامام البخاری : ۵/۱۲۲)امام یحییٰ بن معین aفرماتے ہیں : ضعیف ، الّا أنّہ یکتب حدیثہ ۔ ''یہ راوی ضعیف ہے ، البتہ اس کی روایت (متابعات و شواہد) میں لکھی جائے گی ۔''(الکامل لابن عدی : ۵/۳٦۹ ، وسندہ، حسن)امام نسائی aنے ''ضعیف'' کہا ہے ۔(میزان الاعتدال : ۳ /٨۰)امام ابنِ عدی aفرماتے ہیں :
وھو مع ضعفہ یکتب حدیثہ ، وکان یعدّ من شیعۃ الکوفۃ ۔ ''ضعیف ہونے کے باوجود اس کی حدیث (متابعات و شواہد) میں لکھی جائے گی ، اس کا شمار کوفہ کے شیعوںمیں ہوتا ہے ۔''(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی : ۵/۳۷۰)امام ساجی aکہتے ہیں : لیس بحجّۃ ۔ ''قابل حجت نہیں ہے ۔''(تہذیب التہذیب : ۷/۲۰۲)حافظ ابنِ حزم aلکھتے ہیں : ضعیف جدّا ۔ ''سخت ضعیف ہے ۔''(المحلی لابن حزم : ۱۱/٨٦)حافظ نووی aنے بھی ''ضعیف'' کہا ہے ۔(خلاصۃ الاحکام للنووی : ۱/۵۷۲)حافظ ابنِ حجر aاس کے بارے میں لکھتے ہیں :
ضعیف الحدیث ، مشہور بالتّدلیس القبیح ۔''یہ راوی ضعیف الحدیث اور بری تدلیس کے ساتھ مشہور ہے ۔''(طبقات المدلسین لابن حجر : ۵۰)حافظ ذہبی aنے اسے ''ضعیف'' لکھا ہے ۔(میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبی : ۳/٨۰)حافظ ابنِ کثیر aبھی ''ضعیف'' قرار دیتے ہیں ۔(تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر : ٦/٨۹ ، بتحقیق المہدی)لہٰذا امام عجلی ، امام ابنِ سعد اور امام ترمذی Sکا اسے ''ثقہ'' کہنا جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل التفات ہے ۔
تنبیہ : عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی(٨۵) میں جو سیدنا بلال tکی روایت ہے ، اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے ، اس میں الوازع بن نافع العقیلی راوی ''متروک ، کذاب و وضاع'' ہے ۔
دلیل نمبر ۲۱ : سیدنا ابنِ عباس wسے روایت ہے :
کانت یہود خیبر تقاتل غطفانَ ، فکلّما التقوا ھزمت یہود خیبر ، فعاذت الیہود بھذا الدّعاء :
اللّھمّ انّا نسألک بحقّ محمّد النّبیّ الأمّیّ الّذی وعدتّنا أن تخرجہ لنا فی آخر الزّمان الّا نصرتنا علیھم ، قال : فکانوا اذا التقوا دعوا بھذا الدّعاء ، فھزموا غطفان ، فلمّا بعث النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم کفروا بہ ، فأنزل اللّہ : وقد کانوا یسفتحون بک یا محمّد علی الکافرین ۔
''خیبر کے یہودی غطفان قبیلہ سے بر سرِ پیکار رہا کرتے تھے ،جب بھی دونوں کا سامنا ہوتا یہودی شکست کھا جاتے ، پھر یہودیوں نے اس دعا کے ذریعے پناہ مانگی ، اے اللہ ! ہم تجھ سے اُمّی نبی محمد eکے وسیلے سے سوال کرتے ہیں ، جنہیں تو نے آخر ی زمانے میں ہمارے لیے بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے ، تو ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما ، راوی کہتے ہیں کہ جب بھی وہ دشمن کے سامنے آئے ، انہوں نے یہی دعا مانگی اور غطفان (قبیلے) کو شکست دی ، لیکن جب نبی کریم eمبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ eکا انکار کر دیا ، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے تو وہ خودائے محمد! آپ کے وسیلے سے کافروں پر فتح پانے کی دعا کرتے تھے ۔''

(المستدرک للحاکم : ۲/۲۶۳ ، ح : ۳۰۴۲ ، الشریعۃ للآجری : ٤٤٨ ، دلائل النبوۃ للبیہقی : ۲/۷٦)

تبصرہ : یہ روایت جھوٹ کا پلندہ ہے ، جسے عبدالملک بن ہارون بن عنترہ نے تیار کیا ہے ، اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل aنے ''ضعیف الحدیث '' ،امام یحییٰ بن معینaنے ''کذاب'' ، جوزجانی نے ''دجال، کذاب'' ، امام ابو حاتم الرازیaنے ''متروک الحدیث ، ذاہب الحدیث'' ، امام دارقطنیaنے ''ضعیف'' اور امام ابن حبان aنے ''یضع الحدیث'' (یہ احادیث گھڑتا تھا) جیسے الفاظ کہے ہیں ، اس پر توثیق کا ادنیٰ سا کلمہ بھی ثابت نہیں ہے

دلیل نمبر ۲۲ : سیدنا ابن عباس wکہتے ہیں : أوحی اللّٰہ الی عیسی علیہ السّلام : یا عیسیٰ ! آمن وأمر من أدرکہ من أمّتک أن یؤمنوا بہ ، فلولا محمّد ما خلقت آدم ، ولولا محمّد ما خلقت الجنّۃ والنّار ، ولقد خلقت العرش علی الماء ، فاضطرب ، فکتب علیہ : لا الہ الّا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ ، فسکن ۔

''اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ uکی طرف وحی کی ، اے عیسیٰ ! محمد eپر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو بھی حکم دو کہ ان میں سے جو ان کا زمانہ پائے ، ان پر ایمان لائے ، (جان لو!) اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو بھی پیدا نہ کرتا ، اگر محمد نہ ہوتے تو میں جنت و جہنم کو پیدا نہ کرتا ، جب میں نے پانی پر عرش بنایا تو اس میں لرزش پیدا ہوگئی ، لہٰذا میں نـ اس پر لا الہ الّا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہلکھ دیا تو وہ ٹھہر گیا ۔''

(المستدرک للحاکم : ۲/٦١٥ ، ح : ٤٢٢٧ ، طبقات المحدثین باصبهان لابن حیان : ۳/۲۸۷)

تبصرہ : یہ موضوع (من گھڑت) قول ہے ، جیسا کہ حافظ ذہبی aفرماتے ہیں :